مال خرچ کرنے کے اسلامی احکامات

Islamic Principles and Etiquette of Spending Wealth

ڈاکٹر حشمت علی صافی[1] ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن[2]

Abstract

In the matter of expenses, the people of our society adopt the ways of extravagance, lavishness and miserliness. On the rites and rituals of marriages, the expenses on a number of unnecessary praxis are an extravagance. The expenses made on these rituals and on the rituals that are extreneous to Islamic teachings, such as Basant. Valentine Day and New Year Night, the exhibitionism, swank and pomp and show crop up in the society.

While, on the other hand, in the poor class it creates ifferiority complex and adds to problems. In making expenses, the second way is stinginess. A miser man abstains from spending money on his basic needs, his family, his relatives, the needy and the destitute.

This habit makes the money localise in a few hands and class disorder fosters. It spraks emotions like jealousy and hatred. Islam forbids extravagance, lavishness and miserliness and introduces the principle of moderation. So that, the members of society not only fulfil their needs in a befitting manner; but they may be taking care of the needs of the deprived. This would ensure the circulation of wealth and economy may run on the path of prosperi

آج کل کےمعاشروں میں عام طور پر ہر جگہ افراط وتفریط سےکا م لیا جاتاہےیہی افراط وتفریط صرف مال میں بھی ہوتاہے یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا یا ضرورت سے کم خرچ کرنا۔ اول الذکرکو اسراف وتبذیر اور مؤخر الذکر کو بخل کہتے ہیں۔ اسراف سے مراد ہے بغیر مقصد کے فضول کاموں پر خرچ کرنا، ایسے امورپر خرچ کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایاہے، چاہے زیادہ ہو یا کم۔۱؎اسراف کا اطلاق ضرورت سے زیادہ خرچ پر بھی ہوتاہے۔

عام طور پر تو اسراف اور تبذیر ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتاہے، تاہم تبذیر کا لفظ حرام کاموں میں مال خرچ کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ تبذیر سے مراد مال کا ضائع کرنا اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ اس میں مال کو گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا شامل ہے۔۲؎گویا حرام امور پر خرچ کرنا ہے۔ اس میں مال کو گناہ شراب یا کوئی نشہ آور شے خریدنا، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا،مردوں کا ریشم کا لباس اور سونا پہننا،رقص وسرور کی محفلیں آراستہ کرنے کے لیے دولت صرف کرنا تبذیر کے زمرے میں آتاہے۔اس کے علاوہ کسی جائز کام میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے جیسے ولیمہ کی دعوت میں حد سے زیادہ خرچ کرنا گھر کی ضروریات کو عیش وعشرت کی حد تک بنانا۔

عیش وعشرت اسلام کی نظر میں

---

1. اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اسلامیات،قرطبہ یونیورسٹی ،پشاور۔
2. لیکچرار شعبہ اسلامیات ،شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شرینگل ،دیر اپر۔

انسان کی فطرت یہ ہے کہ اس کو آرام وعیش ملے تاہم کبھی کبھی اس کی یہ فطرت اس کے بے راہ روی پرلے جاتی ہے انہی میں ایک بے جا عیش پسند کا ہے۔ اس کا مقصد محض معیار ِزندگی کو بلند کرنا، بڑے بڑے محلات تعمیرکرنا اور ان کو سجانا،فیشن اور جدید ملبوسات سے آراستہ ہونا، شادی بیاہ کی رسوم اور دیگر تقریبات کا انعقاد ہوتاہے۔

اس کے لیے انسان اپنی ذاتی عیاشیوں پرخرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے،لیکن ان کو اپنے اردگرد کے لوگوں کی بھوک اور افلاس کا احساس ہوتا۔ عوام کی اکثریت غریب اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ سرمایہ دار اپنے طرززندگی کے معیار کو قائم رکھنے کی خاطر نت نئے لباس،نئے طرز بود وباش اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ غریب طبقہ دو وقت کی روٹی سے بھی محروم رہتاہے، جس سے امیر وغریب میں طبقاتی کش مکش جنم لیتی ہےبغض وعدوات کی وجہ سے معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتاہے۔

بے جا اور غیر شرعی تہوار منانا بھی فضول خرچی کی ایک مثال ہے۔ مثلا بسنت کے تہوار میں کروڑوں روپے صرف پتنگ بازی میں اڑادیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نیوائیر نائٹ پر لاکھوں روپے رقص،آتش بازی اور شراب نوشی پر برباد کردیے جاتے ہیں۔ ایک اور مغربی تہوار ویلنٹائن ڈے ہے،جس پرخواتین اور مردوں میں پھولوں اور کارڈز کے تبادلے،مخلوط ڈنراور پارٹیز پرلاکھوں کروڑوں روپے خرچ کردیے جاتےہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:"فخروریا،نمائش کے خرچ وعیاشی،فسق وفجور کے خرچ،اور تمام ایسے خرچ جو انسان حقیقی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف ہونے کے بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہادیں،دراصل خدا کی نعمت کا کفران ہیں"۔۳ـــ

اسلامی تعلیمات میں فضول خرچی کی ممانعت کی گئی ہے اور خرچ کرنے کے معاملے میں اخلاقی اصول پیش کیے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ(الاعراف:۳۱)

کھاؤ پیواور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّہٖ كَفُوْرًا(بنی اسرائیل :۲۷)

بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا نا شکر اہے۔

نبی ﷺ نے بھی فضول خرچی سے منع فرمایاہے: کلوا واشربوا و البسوا وتصدقوا،فی غیر اسراف ولا مخیلۃ۔۴ـــ

کھاؤپیو، پہنو اور صدقہ کرو ، اس میں اسراف ہونہ تکبر۔

مغربی معاشرے میں انسان پر مال ودولت کمانے اور خرچ کرنے میں کوئی پابندی نہیں ہے وہ جس طرح چاہےکمائے اور جس طرح چاہے خرچ کرے۔ اس کے برعکس اسلام نے کچھ حدود قیود مقرر کیے ہیں،جن کے اندررہتے ہوئے دولت کو خرچ کیا جاسکتاہے۔ اسلام انسان کو اس بات کا اختیار نہیں دیتا کہ وہ ناجائز طریقوں سے دولت کمائے اور انہیں اپنی مرضی سے خرچ کرے، بلکہ اس نے حلال ذرائع سے کمانے اور حلال اشیاء پر خرچ کرنے کا حکم دیاہے۔ خرچ کرنے کے اسلامی اصولوں کا جائزہ درج ذیل میں لیا جارہا ہے:

حصولِ حلال کی ترغیب

شریعت مطہرہ نے جس طرح صرف دولت میں بھی انسان پر کچھ پابندیاں رکھی ہے۔ اسی طرح حصول رزق میں بھی حلال وحرام کی تمیز مد نظر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیں،جوانسان کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ ان چیزوں کے استعمال میں ہی انسان کی فلاح پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھی پاکیزہ اورحلال اشیاء کے استعمال کا حکم دیا ہےـحلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بنی نوع انسان کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع کیا گیاہے،کیوں کہ شیطان انسان کو برائی کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتاہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّہٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔(البقرۃ:۱۶۸)

لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ پیو اور شیطان کی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:"اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ،سوائے ان کے جنہیں حرام قرار دیا گیاہے۔ حرام وحلال کی تعیین میں صرف اللہ تعالیٰ سے راہ نمائی حاصل کرو اور ان معاملات میں شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔وہ ہر گز تمہیں نیکی کا حکم نہیں دے گا، بلکہ غلط تصورات کی ترغیب دےگا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان خود اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال قرار دے اور بعض کو حرام، خواہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی دلیل وسندنہ ہو"۔۵؎

انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حلال رزق کھانے کی تلقین کی گئی ہے۔

رشاد باری تعالیٰ ہے:یٰـاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔(المومنون:۵۱)

اے رسولو!حلال چیزیں کھاؤ اورنیک عمل کرو۔تم جو کچھ کررہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاکیزہ رزق عطافرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ صرف حلال اور پاکیزہ اشیاء کا استعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالائے: یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرۃ:۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ،پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو،اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔

اسلام میں حلال وحرام واضح ہے، مگر ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ مومن شک وشبہ والے امور ترک کردے۔ اسی میں اس کی فلاح و کام یابی ہے۔۶؎

قناعت کی تلقین

اسلام نے رزق کے حصول میں جس طرح حلال کمائی کی تلقین کی ہے وہی پر اسلام نے تھوڑے کمائی پر قناعت کی بھی تلقین کی ہے۔قناعت سے مراد یہ ہے کہ حلال ذرائع سےانسان کو جو کچھ ملے، اس پر راضی اور مطمئن ہوجائے۔زیادہ حرص نہ کرے،کیوں کہ حرص انسان کو حرام ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کردیتی ہے۔ نبی ﷺ ہمیشہ دعافرماتے تھے:اے اللہ!آل محمدؐ کو ضرورت کے مطابق روزی عطا فرما۔۷؎نبی ﷺ نے فرمایا:تین چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر انسان کا کوئی حق نہیں:رہنے کے لیے ایک گھر،جن اعضاء بدن کو چھپانا ضروری ہے، ان کو ڈھانپنے کےلیے کپڑا،بغیر سالن کے روٹی اورپانی۔۸؎امام غزالیؒ فرماتے ہیں: انسان کو چاہیے کہ جب اسے غذا،لباس اور رہائش بہ قدر ضرورت حاصل ہوتو قانع رہے۔ اگر انسان زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی حرص وطمع رکھے تو وہ قناعت کی نعمت وعزت سے محروم ہوجاتاہے۔۹؎قناعت ایک مثبت اخلاقی قدر ہے۔ اس کا مقصود دوسروں کا دست نگر ہونے سے بچناہے۔۱۰؎عصر حاضر میں لوگوں کے پاس مال ودولت کا انبار ہونے کے باوجود انہیں سکون واطمینان حاصل نہیں ہے۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتاہے کہ جو حلال ذرائع سے مل جائے اس پر صبر اور قناعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اسی سے سکون حاصل ہوسکتاہے۔

اسلام مال لینے اور دینے والوں دونوں کو قناعت کا درس دیتا ہے کیونکہ انسان طبعًا لالچی اور دنیا کا حریص ہے۔ وہ مال ودولت سے کبھی سیر نہیں ہوتا،جب کہ مومن کی زندگی سادہ اور قناعت پسند ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے خود بھی قناعت کے ساتھ زندگی بسر فرمائی اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ اسلامی تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے۔ انسان کو اپنی ابدی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے۔ عارضی زندگی کا تصور نفس انسانی سے مال ودولت کی حرص کو نہ صرف کم کرتاہے، بلکہ بتدریج اسے ختم کردیتاہے ۔ اس سے انسان کے اندرقناعت جیسی اخلاقی صفت پروان چڑھتی ہے۔جس سے وہ دوسروں کے لیے ایثار کا جذبہ پیداکرتا ہے اور ایک بہتر معاشرہ پروان چھڑتاہے۔

شکرِالٰہی

معشیت میں شکر سے مراد یہ ہے کہ انسان کو مال ودولت حاصل کرنے کے جو ذرائع آئیں ان پر قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ارشادِباری تعالیٰ ہے: فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ(النحل:۱۱۴)

جوکچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر اداکرو، اگر تم اس کی عبادت کرتےہو۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا (النحل:۱۸)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو تم انہیں شمار نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سےنوازا ہے۔ انسان کا دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کا اطاعت گزاربنے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نےاس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بےشمار نعمتیں دی ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننے کے بجائے بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ثابت ہوا ہے۔(ابراہیم:۳۴)

نبی ﷺ نے شکر کے جذبات پیدا کرنے کےلیے اپنی حیثیت سے کم ترکی طرف دیکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:اذا نظر احد کم الی من فضل علیہ فی المال والخلق، فلینظر الی من ھو اسفل منہ ممن فضل علیہ۔۱۱؎

جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جسے مال اور شکل و صورت میں تم سے برتری عطا کی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ ایسے لوگوں پر بھی نظر ڈالے جو ان معاملات میں اس سے کم ترہیں، جن میں ایسے ان پر فضیلت دی گئ ہے۔

اگر انسان میں شکر الٰہی کے جذبات پیدا ہوجائیں تو بہت سی معاشی خرابیوں سے بچ سکتاہے اور اپنی زندگی تقویٰ کے مطابق گزار سکتاہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق اگر کسی قوم،ملک،علاقے اور بستی کےلوگوں میں ایمان اور تقویٰ کے اوصاف جمع ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کےلیے وسائل معیشت کے دروازے کھول دیتاہے اور انہیں بے شمار برکتوں سے نوازتاہے۔(الطلاق:۲-۳) اگر انسان اللہ تعالیٰ پرتوکل اور یقین کرکے کمائی کے حلال ذرائع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے اسباب معیشت میں برکت دے گا، پھر وسائل کے محدود ہونے کی شکایت باقی نہیں رہے گی۔ جس سے ایک طرف انسان کو قلبی سکون ملتاہے تو دوسری طرف ایک صحت مند معاشرہ تشکیل پاتاہے۔

صرفِ دولت کے احکام

اسلام نے صرف دولت کے لیے بھی اصول مقرر کیے ہیں ان میں بعض امور کو حرام قرار دیا ہے ۔ اور ان اموں‌پر خرچ کرنے میں اسلام نے منع فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱لف)شراب پر خرچ کرنے کی ممانعت

شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔شراب کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(المائدہ:۹۰)

اے ایمان والو!بات یہی ہے کہ شراب اورجوا اورتھان(وغیرہ)اور پانسے کے تیر،یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو،تاکہ تم فلاح یاب ہو۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ’رجس‘کااستعمال بدبودار چیز، گندگی اور کوڑے کےلیے ہوتاہے۔’من عمل الشیطن‘سے مراد شیطان کی اقتداءکرناہے۔ یہاں اجتناب تحریم کے معنیٰ میں ہے۔۱۲؎حدیث میں شراب کو’ام الخبائث‘کہاگیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:‘‘شراب سے بچو،کیوں کہ اللہ کی قسم شراب ام الخبائث ہے۔شراب اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے،مگر ایک دوسرے کو نکال باہر کردےگا’’۱۳؎ نبی ﷺ،حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ادوار میں شراب پینے والے کو ہاتھوں،جوتوں اور چادروں سے مارا جاتاتھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر زمانے میں شراب نوشی کی سزا اسی(۸۰)کوڑے مقررتھی۔۱۴؎حضرت عمرؓ کے عہد میں ضرارؓ، ابو جندلؓ اور بعض دیگر لوگوں نے شراب پی تو ان حضرات کو اسی کوڑے مارے

گئے۔۱۵۔اسلامی معاشرے میں شراب کے ساتھ ساتھ تمام نشہ آوار اشیاء کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیوں کہ حدیث میں ہر نشہ آور مشروب کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔۱۶۔اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شراب نوشی کرنے والوں پر حد جاری کرے تاکہ معاشرہ اس برائی سے پاک ہو سکے۔

(ب) موسیقی اور بے ہودہ محفلوں پر خرچ کی ممانعت

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَ هَا هُزُوًا اُوْلٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔(لقمان:۶)

اوربعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو مول لیتے ہیں، تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کے راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں،یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

جمہور صحابہ،تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک'لہوالحدیث' عام ہے ،جس میں گانا بجانا اور اس کاسازوسامان ،موسیقی کے آلات اورہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کردے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور کردے ۔گانا بجانا فحاشی شیطانی عمل ہے اور اسلام ہمیں شیطان کی راہ پرچلنے سے منع کرتاہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔(النور:۲۱)

اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلوجوشخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرتاہے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔

موسیقی اور لغویات انسان کے دل میں نفاق پیدا کرتا ہے شیطان ہر لمحہ اس کو بہکاتا رہتاہےاور اسے برے کاموں کی ترغیب دیتاہے۔ موسیقی، ناچ گانے کی محفلوں پرپیسہ خرچ کرنا لغویات کے زمرے میں آتاہے۔ مومن کا ایمان تقاضا کرتاہے کہ وہ اپنی زندگی لغوکاموں میں گزارنے کے بجائے اطاعت الہیٰ کے مطابق گزارے۔قرآن حکیم میں مومن کی ایک نمایاں صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ فضول امور سے پرہیز کرتےہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔(المومنون:۱-۳)

یقینا ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی، جواپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتےہیں۔ گویا لغو سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا مومن کی ایک نمایاں صفت ہے اور یہی حقیقی فلاح پانے کا راستہ ہے۔

شادی بیاہ کی رسموں پراسراف

اسلام نے ہمیشہ بے جارسم ورواج کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ بالکل اسی طرح ان رسوم پر خرچ کرنے کی ممانعت ہے۔شادی کے مواقع پر بھاری جہیز ،اعلیٰ اقسام کے کھانے،آتش بازی،تیل مہندی،مایوں،مکلاوا،دلہن کی گھرواپسی، دولہا کے گھر دوبارہ آمد اور دیگر کئی غیر شرعی ہندوانہ رسمیں عوام کی بھاری اکثریت کامسئلہ بن چکی ہیں۔ متوسط اور سفید پوش وتہذیبی لحاظ سے ناجائز دباؤ اور غیر شرعی اخراجات نے نکاح جیسے دینی فریضہ کو مشکل بنادیاہے۔ شادیاں اور جہیز فخر اور نمود ونمائش کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ جہیز میں لڑکی کو ضروریات زندگی دینےکے بجائے مہنگے سے مہنگا فرنیچر ،قیمتی برتن،ملبوسات کے ڈھیر،الیکٹرونکس کا سامان اور کار،یہاں تک کہ گھر بھی دیا جاتاہے ۔ جہیز دینے کے لیے لوگ قرض لیتے ہیں۔جائیداد رہن رکھتے ہیں، پھر عمربھر قرض کی ادائیگی کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

نکاح کے مقدس اور سنت عمل کو بھی آج کل لوگوں نے غیر شرعی امور میں گھیر رکھا ہے جس کی وجہ سےان رسموں کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ غریب اور متوسط طبقہ کی زندگی مشکل کاشکار ہو کر رہ گئی ہے،کیوں کہ متوسط طبقہ برادری میں ناک اونچی رکھنے کےلیے ہر فضول رسم پرپیسہ اڑانے سے دریغ نہیں کرتا۔ نتیجتًا مفلس اور قلاش ہوجاتاہے۔

شیخ وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں کہ''اپنی طاقت سے بڑھ کرخرچ کرنا انسان کو ملامت،شرمندگی اور تنگ دستی میں ڈال دیتاہے''۔۱۷؎

شادی بیاہ کی تقریبات کا ایک مقصد نمود ونمائش ہو گیا ہے، مثلا جہیز کو شادی کے موقع پر فخر ومباہات کے جذبے سے دکھایا جاتاہے۔ مہندی کی رسم اور دیگر رسوم پرکھانے کارواج عام ہورہا ہے۔ لوگ مختلف طریقوں سے جس قدر بھی روپیہ پیسہ کماتے ہیں، ایسے مواقع کےلیے جمع رکھتے ہیں،پھر ان رسوم پر پانی کی طرح بہادیتے ہیں۔دوسری طرف معاشرہ میں غریب طبقہ ہے،جوبیٹی کی شادی کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس میں ان مسرفانہ رسموں کو دیکھ کر احساس محرومی پروان چڑھتا ہے۔ شادی کی مسرفانہ رسموں میں سے دو اہم ہیں:ایک جہیز دوسرا ولیمہ۔ ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیاجاتاہے۔

جہیز

جہاں اسلام نے دوسرے بہت سارے مفاسد کا ذکر کیا ہے اور اپنے متبعین کو ان رسوم سےمنع کیا ہےبالکل اسی طرح اسلام نے شادی بیاہ کے مواقع پرجہیز جیسی رسم سے بھی کئی فاسد جنم لیتے ہیں یہاں تک کہ جہیز ایک ایسی معاشریت رسم کی شکل اختیارکرچکا ہے کہ اس کے بغیر شادی کا تصور نہیں کیاجاسکتا۔ حتی کہ خود لڑکی والے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر بیٹی کی شادی تک جہیز کا سامان تیار نہ ہوا تو ہم اس کو رخصت نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی والدین کو جہیز کی فکر ستانے لگتی ہے اور وہ اپنے پیٹ کاٹ کر اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔اگر ہم اسوۂ حسنہ دیکھیں تو معلوم ہوتاہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کو بظاہر جہیز کےنام پر جو چند چیزں دیں وہ حضرت علیؓ کی رقم سے ہی خرید کردی تھیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کو ایک سفید اونی چادر،ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ،جس میں اِذخر گھاس بھری ہوئی تھی،بطورِ جہیز دیا تھا۔۱۸؎بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کوبیچ کر اس کی قیمت سے سامان جہیز تیار کیا گیا تھا،۱۹؎اسلام میں نکاح سنت ہے ۔ غیر ضروری رسم ورواج اور جہیز کی وجہ سے اس میں تاخیر جائز نہیں۔ اس رسم کے خاتمے کےلیے لڑکی والوں کی بہ نسبت لڑکے والوں کو زیادہ کوشش کرنی چاہیے،تاکہ معاشرہ اس جاہلانہ رسم سے پاک ہوسکے اور مسلمانوں کو نکاح کے مقدس عمل پر سنت طریقے سے عمل کرنے کی راہ مہیا کی جائے۔

دعوتِ ولیمہ

خیرات وصدقات پر ابھارنے میں اسلام دوسرے تمام مذاہب سے برتر ہے۔ خوشی وغمی کے موقع پر اسلامی تعلیمات کے احکامات پر عمل کرکے خیرات وصدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔خوشی کے موقع پردوستوں اور اقرباء کو کھانا کھلانا نہ صرف ہماری ثقافت کا حصہ ہے، بلکہ دینی لحاظ سے بھی ا س کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریمﷺ نے شادی کے موقع پر ولیمہ کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے اور یہ آپ کے اسوہ سے بھی ثابت ہے۔ آپؐ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے۔ اس دوران حضرت صفیہ بنت حییؓ کی رخصتی ہوئی۔ آپؐ نے اس موقع پر صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی، جس میں گوشت اور روٹی نہیں تھی۔آپؐ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور اس پر کھجور،پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔ بس یہی آپؐ کا ولیمہ تھا۔۲۰؎

اگر چہ نکاح کے موقع پر ولیمہ سنت ہے، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کرتے تھے، آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔۲۱؎اس سے ثابت ہوتاہے کہ اس تقریب کےلیے غیر ضروری اسراف کی ضرورت نہیں، بلکہ سادگی سے ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کر سکتاہے۔ نبیﷺ نے خوش حالی کے ایام میں بطورِ ولیمہ صحابہؓ کی کھانے سے بھی خاطر فرمائی آپؐ کی ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ بن حجش کے ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا، جس میں بکری ذبح کی گئی تھی۔۲۲؎ نبیﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نکاح میں برکت عطا فرمائے، ولیمہ کرو،چاہے ایک بکری ہی ذبح کرو۔۲۳؎دعوت ولیمہ کی تقریب میں غرباء کو شامل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ امراء کی تقریبات محض معاشرتی وقار کی علامت بن کرنہ رہ جائیں۔ حدیث نبویؐ کی روسے برا ولیمہ وہ

ہے جس میں مساکین کو شریک نہ کیا گیا ہو۔۲۴؎لہٰذا جتنا ہو سکے دعوت ولیمہ میں فقراء وغرباء کو شریک کرنا چاہیے۔

بخل

جس طرح اسلام نے بے جا طریقوں سے خرچ کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام نے جہاں پرخرچ کرنا چاہیے وہاں خرچ نہ کرنے کی بھی مذمت کی ہے ایسے عمل کو بخل کہتے ہیں۔بخل سے مراد یہ ہے کہ انسان بنیادی ضروریاتِ زندگی، اعزاواقارب، اہل و عیال اور محتاجوں پر پیسہ خرچ نہ کرے۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں:'' بخل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق انسان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ نہ کرے''۔۲۵؎
ایجی شیرازی شافعی کےنزدیک بخیل وہ شخص ہے جو ان جگہوں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرے، جن میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاًحقوق والدین اور اقربا پروی۔۲۶؎ بخیل خود بھی خرچ کرنے سے ہاتھ روکتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتاہے۔ امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ بخیل شخص ضرورت کے باوجود مال خرچ نہیں کرتا۔ اگر وہ بیما ہوجائے تو دوا ودارو نہیں کرتا یا کچھ کھانے کی خواہش ہو تو خود خرید کرکھانے کی بجائے مفت کھانے کو ترجیح دیتاہے۔ ایسا شخص باوجود حاجت کےاپنے ساتھ بخل کرتا ہے۔بخیل وہ شخص بھی ہے جو گھروالوں کو ماہانہ خرچ مہیا کرتاہے۔ اس کا بخل انہیں کچھ زیادہ دینا گوارانہیں کرتا۔ اسی طرح اگر کھانا کھاتے ہوئے کوئی ا ور شخص آجائے تو وہ آنے والے شخص کو کھانے میں شریک نہ کرنے کی غرض سے کھاناچھپادیتا ہے۔۲۷؎ بخیل شخص اپنی ذات اور اپنی بنیادی ضرورتوں پر خرچ کرنے سےپہلو تہی کرتاہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ مفت کی روٹیاں توڑے اور دوسرے کے کھانے میں بن بلائے شریک ہوجائے۔ وہ اپنی اولاد،رشتہ داروں ، ضرورت مندوں،یتیموں اور بیواؤں پرخرچ کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد نہیں کرتا۔ اگر کردے تو وقتا فوقتا ان پر احسان جتلاتاہے۔

بخل کی وجہ سے دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے۔ زندگی کو قائم رکھنے کےلیے گردش خون ضروری ہے۔ اگر خون صرف دل میں مرتکز ہو کر رہ جائے تو انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح دولت کی گردش سے معیشت ترقی کی طرف گام زن ہوتی ہے۔ اگر دولت کو دبا کر رکھ دیاجائے تو معیشت کو تنزلی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بخیل شخص ہرمعاملہ میں روپے پیسے بچانے کی فکر میں رہتاہے۔ مال جمع کرنے کی فکر اس کو اللہ کے ذکر اور اس کے جلال سے غافل کردیتی ہے۔ ایسا شخص دوسروں کےد کھ درد میں شریک نہیں ہوتا۔وہ ان کے مصائب اور پریشانیوں کو محسوس نہیں کرتا۔ بخل سے انسان کے اندر خود غرضی،حرص، مفاد پرستی اورلالچ جیسی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ جب وہ دولت کو جمع کرنا ہی اپنا مقصد زندگی بنالیتا ہے توماده پرست بن جاتا ہے۔ اس کے اندر سے اخلاقی صفات بتدریج ختم ہونے لگتی ہیں۔ بخیل دنیا کو ہی اپنا منتہائے مقصود بنالیتاہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے ، چنانچہ وہ برابر دولت جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔ دولت کی ہوس بخیل شخص میں خود نمائی کو پروان چڑھاتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی دولت پر گھمنڈ کرتاہے اور یہی چیز اس کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس سخی انسان کی دل میں مال کی محبت نہیں ہوتی اور وہ انسان دوستی اور الفت ومحبت کی دعوت دیتاہے۔

بخل کی مذمت اور اس کا علاج

انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ مال ودولت کی طرف مائل ہوتاہے وہ ہر حال میں دولت کمانے اور مال جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہتاہے، تاہم ایمان اسے مذہب کی ابدی اقدار،باقی رہنے والی آخرت اور اللہ حیی وقیوم کی طرف متوجہ کرتاہے۔ دنیا وی زندگی کو عارضی سمجھنے والا شخص ماده پرست اور مفاد پرست نہیں ہوسکتا، اس کا دل خوف الٰہی سے مزین ہوتاہے۔مال ودولت کی حرص اور محبت کو انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کم کیاجاسکتاہے۔ ارشادباری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُوْلٰۗىِٕکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن:۱۶)

اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(آل عمران:۱۸۰)
جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں،بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے،جو کچھ بھی وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں، عن قریب قیامت والے دن وہ ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

حدیث نبوی کی رُو سے دو خصلتیں مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں:ایک بخل اور دوسری بد خلقی۔۲۸؎ نبیﷺ نے اس شخص کو بُرا قرار دیا ہے جس سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا جائے، پھر بھی وہ نہ دے۔۲۹؎ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشادفرمایا:'' سخی خرچ کرنے سے خوش ہوتاہے اور اس کا دل کشادہ ہوتاہے ۔ جب کہ بخیل شخص خرچ کرنے کے معاملے میں تنگ دل ہوتاہے۔''۳۰؎

جوشخص بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا اس کےلیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۣالَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ(الھمزة :۱۔۲)
بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا، غیبت کرنےوالا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔

انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے امانت ہے۔ اب اللہ کی طرف سے جو چیز انسان کو دی جائے اور پھر وہ مطالبہ کریں تو اس صورت میں انسان کو بخل نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا :''ابن آدم کہتاہے :میرا مال، میرامال، مگر حقیقت میں اس نے جو مال صدقہ کردیا ،یاکھا کرختم کردیا اور پہن کر پرانا کردیا، اس کے علاوہ اس کا کوئی مال نہیں؟''۳۱؎اسلام میں مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبیﷺ نے فرمایا:'' تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں گن گن کرنہ دو، ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کردے گا۔ جہاں تک ہوسکے، خیرات کرو''۳۲؎نبیﷺ سے افضل صدقہ کےبارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:''تم صدقہ دو، اس حال میں کہ تم تندرست ہو اور محتاجی کا خوف اور امیری کی امید رکھتے ہو۔ صدقہ دینے میں دیر نہ کرو،یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے تو کہو: یہ فلاں کا ہے، یہ فلاں کا ہے اور وہ فلاں کا تھا۔ ''۳۳؎اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی کےلیے مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کےمال کو سات سو گنا بڑھادیتاہے۔(البقرة:۲۶۱)

اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا اور مال کو رضائے الٰہی کے لیے دینا دنیا میں بھی باعث عزت ہے اور آخرت میں بلاشک باعث اجرو ثواب ہے۔ نبیﷺ کا ارشاد ہے:''اگر کسی مومن نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا اور اگر کسی مومن نے پیاس کی حالت میں کسی مومن بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اسے مہر بند پاکیزہ نفیس شراب پلائے گا۔ اور اگر کسی مومن نے اپنے مومن بھائی کو اس کی بے لباسی پر لباس پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباس میں سے پہنائے گا''۔۳۴؎

بخل سے انسان میں مال ودولت کی محبت پیدا ہوتی ہے اس محبت کی وجہ سے انسان میں بزدلی پیداہوتی ہے اس بزدلی کی وجہ سے انسان کی بہت سی محمود صفات متاثر ہوجاتی ہے اسی وجہ سےاسلام بخل سے اجتناب کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں حلال کمائی اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل،بچوں کی تربیت،رشتہ داروں کی مدد، محتاجوں کی اعانت، معاشی اور سماجی فلاح وبہبود اشاعت دین اور جہاد کے مقاصد کےلیے خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتاہے ہےنبیﷺ کا ارشاد ہے:''افضل دینار،جسے آدمی خرچ کرتاہے، وہ دینا رہے جسے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرے''۔۳۵؎جو مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے کچھ خرچ کرتاہے، وہ اُس کےلیے

صدقہ ہے۔۳۶۔یہاں تک کہ غیر مسلم والدین پر بھی خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے دریافت کیا: میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ دین سے بیزار(مشرکہ)ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟آپؐ نے فرمایا:ہاں،اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ ۳۷۔

اسلام نے ہمیشہ ایثار وقربانی کو ترجیح دی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی توجہات کا مرکز اپنی زندگی کی بجائے دوسروں کی ضروریات کو بنادیتاہے۔ وہ دوسروں کا خیال رکھتاہے اس طرح ایک اچھا معاشرہ تشکیل پاتاہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ رشتہ داروں ، دوست احباب، ہمسایوں،مسافروں مہمانوں ،محتاجوں، یتیموں، بیواؤں،مقروضوں اور خدمت گزاروں کے ساتھ احسان وتعاون کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسولﷺ کا ارشاد ہے:''جو شخص رشتہ داروں پر صدقہ کرتاہے اس کو دوہرا اجر ملتاہے: ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا رشتہ داری کا.''۳۸۔معاشرے میں بیوہ اور مساکین کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی مالی اعانت کرنے والے کے لیے بھی بہت اجروثواب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:''بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتاہے''۔۳۹۔ حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا اخلاقی ودینی فریضہ ہے۔ معاشرہ میں جنت نظیر بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی(بے نیاز)ہے۔ ہم خرچ کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی ۔ وہ خالق ہے، زمین وآسمان کی کنجیاں اسی کےہاتھ میں ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ سے انسان اپنے نفس کو مادی آلائشوں سے پاک کرتاہے اور آخرت میں اجروثواب کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے، جب کہ ناداروں کی مدد نہ کرنے کی صورت میں انسان خسارے کا سودا کرتا ہے، جس کی وجہ سے قیامت کے دن اس کے ہاتھ خالی ہوں گے۔

خرچ میں اعتدال

اسلام ایک معتدل مذہب ہے۔ اس نے اپنے متبعین کو ہر صورت میں راہ اعتدال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ بالکل مال ودولت کے خرچ میں بھی یہی اصول اپنایا ہے کہ اسلام ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتاہے تو دوسری طرف بخل اور اسراف سے روکتا ہےاورخرچ میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتاہے۔ علامہ زبیدیؒ کےنزدیک اعتدال سے مراد افراط وتفریط کا درمیانی راستہ ہے۔ ۴۰۔اعتدال سے مراد یہ ہے کہ جہاں مال روک کررکھنا ضروری ہو وہاں روکا جائے اور جہاں خرچ کرنا ضروری ہو وہاں خرچ کیا جائے۔ ضرورت کی جگہ پر خرچ نہ کرنا بخل ہے اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں خرچ کرنا اسراف ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔(بنی اسرائیل :۲۹)

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوادرماندہ بیٹھ جائے۔

شیخ وھبۃ الزحیلی انفاق میں اعتدال کے بارے میں بیان کرتے ہیں:''آدمی خرچ کرنے میں اعتدال کی روش اختیار کرے، نہ اپنے ہاتھ گردن سے باندھ دے۔ یعنی خرچ کرنے سے رک جائے، اپنی ذات، اہل وعیال،رشتہ داروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے کام لے اور انہ اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرے کہ انجام کار ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے.''۴۲۔ خرچ میں اعتدال کی روش اختیار کرنے والا معاشی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔ ہماری اکثر پریشانیاں اخراجات میں بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت 'خرچ میں اعتدال' بیان فرمائی ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔(الفرقان:۶۷)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل،بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔

اسلام خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتاہے۔ مالی وسائل اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ ان کےبارے میں صحیح رویہ اعتدال ہی ہے ۔ انسان کو چاہیے کہ کفایت شعاری سے

جائز ضرورتیں پوری کرے اور جو کچھ بچ جائے ان کو حق دار کاامانت سمجھے اور اس امانت کو نہایت احتیاط سے ادا کردے۔

اسلام نے طرز زندگی میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ رہائش گاہوں میں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور غیر ضروری آرائش و زیبائش سے روکا گیا ہے۔ اسی طرح سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔۴۳۔ اسی طرح سادہ لباس پہننے کی تلقین کی گئ ہے لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے۔ لباس باپردہ، حیثیت کے مطابق اور فخرو وتکبر کے جذبے سے پاک ہوناچاہیے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے ہمیں چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، نیز ریشم اور دیباج کے کپڑے پہننے اور بچھانے سے بھی۔۴۴۔حضورﷺ نے قسی (قس کا بنا ہوا ریشمی کپڑا) اور شوخ زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایاہے۔۴۵۔

اسلام نے فضول خرچی سے منع کیا ہے، لیکن ضروریات زندگی اور اچھے رہن سہن پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:''میں رسول اللہﷺ کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہننے ہوئے حاضرہوا۔ آپؐ نے دریافت کیا: کیا تمہارےپاس دولت ہے؟میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس قسم کی؟میں نے کہا:اللہ نے مجھے اونٹ ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا: جب اللہ تمہیں کوئی نعمت عطافرمائے تو چاہیے کہ تمہاری ذات پر اس کے فضل وکرم کا اثرظاہر دیکھا جاسکے۔۴۶۔

خلاصہ

درج بالاتفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام فضول خرچی اور بخل سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب دیتاہے۔ اسی میں ایک مومن کی دنیاوی واُخروی فلاح پوشیدہ ہے۔اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص بخل کرتاہے تو اس صورت میں وہ عوام کی نظروں میں اپنا وقار کھو دیتاہے اور زیادہ فضول خرچی اور اسراف کرنے سے انسان کی دنیاوی زندگی بھی تنگی کا شکار ہوتی ہے جبکہ آخرت کا عذاب اپنی جگہ ہے۔لہٰذا ہمیں ہر حال میں اعتدال کی راہ ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور،محمد بن مکرم، ابوالفضل ، جمال الدین، افریقی(م۷۱۱ھ)، لسان العرب، بیروت(لبنان):دارالفکر، طـن،۱۳۷۵ھ/۱۹۵۲ء، ج۹ص۱۴۸۔

۲۔ الزبیدی ،، محمد بن محمد،لسان العرب ، ج۴،ص۵۰/ ،تاج العروس، ج۶،ص۶۷۔

۳۔ مودودی، سید، ابوالاعلیٰ،تفہیم القران، لاہور،ادارہ ترجمان القران ،۲۰۰۵ء،ج۲، ص۶۱۱۔

۴۔ البخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالی: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ (الاعراف:۳۲)۔

۵۔ سید قطب ، فی ظلال القران،بیروت (لبنان): دارالشروق، ۱۹۷۴ء طبع اول، ج۱،ص۱۵۵۔

۶۔ النیشاپوری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم،کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات ،۴۰۹۴۔

۷۔ صحیح مسلم ،کتاب الزکاۃ ،باب فی الکفاف والقناعۃ، ۲۴۲۷۔

۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ ،الجامع، ابواب الزھد، باب منہ الخصال الیتی لابن آدم دی سواھا، ۲۳۴۱۔

۹۔ الغزالی،ابوحامد محمد، احیاء علوم الدین ، بیروت (لبنان):دارالمعرفۃ،،۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء وطبع اول، ج۱، ص۱۰۹۳ ۔

۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل القناعۃ والحث علیھا،۴۴۲۰، الترمذی،الجامع ، ابواب الزھد، باب ماجاء ان الغنی غنی النفس ، ۲۳۷۳۔

۱۱۔ صحیح بخاری ،کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھو اسفل منہ ۔۶۴۹۰۔

۱۲۔ قرطبی، محمد بن احمد،الجامع لاحکام القران المسمی تفسیر القرطبی، القاہرۃ (مصر):دارالحدیث،۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ءج۳،جز۶ ص۶۲۴۔۶۲۵۔

۱۳۔ النسائی،احمد بن شعیب،سننِ نسائی،کتاب الاشربۃ، باب ذکر الآثام المتولدۃ عن رب الخمر۔۔۔۔۵۶۷۰

۱۴۔ صحیح بخاری ،کتاب الحدود ، باب الضرب بالجرید والنعال، ۶۷۷۹۔

۱۵۔ طبری ، تاریخ الامم والملوک المعروف بہ تاریخ طبری ، مطبعۃ الاستقامۃ، بیروت(لبنان):دارالکتاب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/
۲۰۰۳ء طبع اول ، ج۲،ص۵۰۷۔
۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ ، باب بیان ان کل مسکر خمر، ۵۲۱۱۔
۱۷۔ الزحیلی،شیخ وھبۃ ،التفیسر الوسیط، بیروت(لبنان): دارالفکر المعاصر،۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء طبع اول، ج۲، ص ۱۳۴۳۔
۱۸۔ سننِ نسائی ، کتاب النکاح ، باب جھاز الرجل ابنتہ، ۳۳۸۶: ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ضجاع آل محمدﷺ ، ۴۱۵۲۔
۱۹۔ السجستانی، ابوداؤد ،سننِ ابوداؤد، کتاب النکاح ، باب فی الرجل یدخل بامراتہ قبل ان یتقد ھاشیئا، ۲۱۲۶۔
۲۰۔ صحیح بخاری ، کتاب النکاح ، باب البناء فی السفر، ۵۱۵۹۔
۲۱۔ صحیح بخاری ، کتاب النکاح ، باب من اولم باقل من شاۃٍ،۵۱۷۲۔
۲۲۔ صحیح مسلم،کتاب النکاح باب زواج زینب بن حجش۔
۲۳۔ ترمذی،محمد بن عیسیٰ،سننِ ترمذی، ابواب النکاح، باب ماءجافی الولیمۃ ، ۱۰۹۴:ابن ماجہ،کتاب النکاح ، باب الولیمۃ،۱۹۰۷۔
۲۴۔ صحیح بخاری ،کتاب النکاح ، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ،۵۱۷۷، مسلم،کتاب النکاح، بابا الرمر باجابۃ
الداعی الی ادلعوۃ، ۳۵۲۱۔
۲۵۔ طبری، محمد ابنِ جریر،جامع البیان عن تاویل ای القرآن، مصر:دارالمعارف، ط-ن-س-ن،ج۸ص۳۵۲۔
۲۶۔ ایجی،شیرازی محمد بن عبدالرحمٰن(م۹۰۵ھ)،جامع البیان فی تفسیر القرآن، دارالکتب العلمیۃ،بیروت(لبنان)،۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء طبع
اول، ج۱،ص۳۵۵۔
۲۷۔ احیاء علوم الدین،ج۱،ص۱۱۱۳۔
۲۸۔ سننِ ترمذی، ابواب البروالصلۃ ،باب ماجاء فی البخل،۱۹۶۲۔
۲۹۔ سننِ ترمذی،ابواب الزھد،باب ماجاءفی: قلب الشیخ شاب علی حب اثنتین، ۲۳۳۸۔
۳۰۔ صحیح مسلم،کتاب الزکوٰۃ ، باب مثل المنفق والبخیل،۲۳۶۰،۲۳۵۹،۲۳۶۱؛بخاری،کتاب الزکاۃ،باب مثل البخیل
والمتصدق، ۱۴۴۳،؛نسائی ، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ البخیل،۲۵۴۸، ۲۵۴۹۔
۳۱۔ سننِ ترمذی،ابواب الزھد،باب منہ حدیث،(یقول ابن آدم، مالی مالی----)،۲۳۴۲۔
۳۲۔ صحیح بخاری ، کتاب الزکاۃ ، باب: الصدقۃ فیما استطاع ، ۱۴۳۴۔
۳۳۔ صحیح بخاری ، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح، ۱۴۱۹؛مسلم ، الجامع الصحیح، کتاب الزاکاۃ، باب بیان ان افضل
الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح، ۲۳۸۲۔
۳۴۔ سننِ ترمذی،ابواب الزھد، باب فی ثواب الاطعام والسقی والکسو،۲۴۴۹۔
۳۵۔ مسلم،کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک،۲۳۱۰۔
۳۶۔ صحیح بخاری ،کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۵۳۵۱؛مسلم ، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقہ والصدقۃ عہلی
الاقربین، ۲۳۲۲۔
۳۷۔ صحیح مسلم،کتاب الزکاۃ ، باب فضل النفقۃ والصدیقۃ علی الاقربین،۲۳۲۵۔
۳۸۔ ابنِ ماجہ،محمد بن یزید بنِ عبداللہ،سننِ ابن ماجہ،ابواب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی ذی قرابۃ ، ۱۸۳۴، النسائی ، کتاب الزکاۃ ، باب الصدقۃ علی
الاقارب،۲۵۸۴۔
۳۹۔ صحیح بخاری ، کتاب النفقات ، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۵۳۵۳:نسائی ، کتاب الزکاۃ ، باب فضل الساعی علی الارملۃ،
۲۵۷۸۔
۴۰۔ تاج العروس،ج۱۵،ص۴۷۱۔
۴۱۔ احیاء علوم الدین ، ج۱،ص۱۱۱۶۔
۴۲۔ التفسیر الوسیط، ج۲،ص۱۳۴۳۔
۴۳۔ صحیح مسلم،کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اوازنی الذھب والفضۃ، ۵۳۸۵۔
۴۴۔ صحیح بخاری ،کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، ۵۸۳۷؛مسلم ،کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ،

۵۳۹۴۔

۴۵۔ صحیح مسلم،کتاب اللباس والزینۃ ، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ،۵۳۸۸،ابوادؤد،کتاب اللباس، باب من کرھہ،

۴۰۴۴۔

۴۶۔ سننِ ابوداؤد،کتاب اللباس،باب فی الخلقان وفی غسل الثوب ،۴۰۶۳۔